AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title Fikr e Islami main Paidaar Taraqqi ka Tasawur Aur Is ka Pakistani Muashary ki Tashkeel e Jadeed main Kirdar

Author (s): Dr. Kalsoom Paracha

Received on: 22 June, 2021
Accepted on: 10 July, 2021

Published on: 10 October, 2021
Citation: English Names of Authors, “Fikr e Islami main Paidaar Taraqqi ka Tasawur Aur Is ka Pakistani Muashary ki Tashkeel e Jadeed main Kirdar”, AL-ILM 5 no 2 (2021): 197-217
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

فکرِ اسلامی میں پائیدار ترقی کا تصور اور اس کا پاکستانی معاشرے کی تشکیلِ جدید میں کردار

کلثوم پراچہ*

Abstract

For the survival of any society or state, it is considered necessary to move towards progress and development. From time immemorial, social changes have been considered indispensable for the attainment of human needs which lead it to a peaceful life. There are various concepts and various models regarding the progress and development. In some circles, the spiritual and moral aspect of development is the only reality, while in other circles, the only basis for development is material. Similarly, the involvement of scientific inventions in material and social development is a matter of course. The development of scientific inventions has given rise to many conveniences in human life. For example, today's man checks chats and emails on the iPad, pays bills through ATM machines, and high-rise buildings, luxurious industries, space experiments, nuclear energy projects, witness scientific miracles.

At the same time, it is a bitter truth that in most Third World countries, including the Muslim World are facing hunger, poverty, disease, pollution, backwardness, corruption, declining administrative character, instability and riots, natural disasters, crime, deprivation and despair. In these circumstances, the intellectual and empirical importance of sustainable development increases, that is meets the needs of the present without affecting the developmental abilities of the new generation. If the concept of development in Islamic society is examined in this context, then the fundamental status of ethics along with material aspects is evident. Accordingly, the scope of the fruits of development in the Islamic State is non-classical and non-territorial. Planning for the development of the society in the Islamic State and society keeping in view the present as well as future requirements is one of the duties of its institutions. It is also the primary responsibility of the Islamic State to ensure that the development of one sector of life does not lead to the backwardness of another sector and do not allow even the limited thinking of completing the development plan of one region at the expense of another region.

The article under study discusses the role of sustainable development in the reconstruction of Pakistani society with an Islamic perspective.

Keywords: Sustainable Development, Reconstruction of the society, Islamic point of view, Pakistani Society

---

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علومِ اسلامیہ و تقابلِ ادیان، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

تعارف:

کسی بھی معاشرہ یا ریاست کی بقاء کے لیئے یہ امر ناگزیر تصور ہوتا ہے کہ وہ ترقی کی طرف گامزن ہو تاہم ترقی کے حوالہ سے مختلف نظریات (Concepts) اور متعدد خاکے (Models) پائے جاتے ہیں۔

قرآنِ حکیم نے اہلِ ایمان کے لیئے اسلام کے کامل دین ہونے کا اعلان کیا ہے لہذا اس کا تقاضہ ہے کہ اسلام حیات انسانی کی ہر پہلو سے ترقی کو مد نظر رکھے اس لیئے کہ اسلام کے حوالہ سے اگر اس کے کسی بھی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ کمال دین کے منافی ہو گا جیسا کہ امام بخاری کا قول ہے، جب کمال میں سے کوئی چیز رہ جائے تو وہ ادھورا رہ جاتا ہے[1]۔

چنانچہ اسلام کے تصور ترقی میں دنیوی ترقی اور اخروی ترقی کے دونوں پہلوؤں کی شمولیت ضروری قرار پاتی ہے کہ اسلام نے دنیا و آخرت دونوں کی ترقی کے لئے کوشاں معاشرہ کو بہتر قرار دیا ہے۔[2] اور یہ واضح کر دیا ہے کہ دنیا کو مذموم قرار نہ دیا جائے کہ وہ صاحب ایمان کے لئے بہتر سواری کی مانند ہے، کہ اس کے ذریعہ وہ کار خیر انجام دیتا ہے، اور اس کی بدولت شر سے نجات حاصل کرتا ہے[3] چنانچہ مادی ترقی کے لئے جدوجہد سے انکار کا فکر کسی طور صحت مند فکر قرار نہیں پاتا بلکہ اس کے برعکس قرآن حکیم مادی ترقی میں مشغولیت کو پیغمبروں کے کاموں میں سے شمار کرتا ہے، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس دور کے تقاضے کے مطابق آئندہ پیش آنے والی صورت حال سے نمٹنے کے لئے حکم دیا گیا کہ

﴿وَاصنَعِ الفُلكَ بِأَعيُنِنَا وَوَحيِنَا﴾[4]

(ہماری نگرانی اور ھدایت کی روشنی میں جہاز سازی کا کام کریں)

اس دور میں بھی ایسے افراد موجود تھے جو اس کام کو پیغمبری منصب کے منافی سمجھتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے تھے،[5] اسی طرح قرآن حکیم نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے حوالے سے اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ وہ اپنے عہد کے مادی ترقی کے بھی نقیب تھے۔ ارشاد خداوندی ہے،

﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

[6](ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا (اور ھدایت دی) کہ فراخ اور کشادہ زرہیں تیار کریں اور اسکے حلقے کڑیاں درست انداز سے جوڑیں اور (تم سب) نیک کام کیا کرو میں تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہوں)

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے دور کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا کہ ان کی نگرانی میں قلعے، محلات، مجسمے، تانبے کے بڑے بڑے لگن اور دیگیں تیار ہونے لگیں یعنی تعمیرات اور ظروف سازی کی صنعت کو انہوں نے ترقی سے ہمکنار کیا اور اسی پر آل داؤد سے شکر گزاری اور قدر دانی کا تقاضہ کیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے،

﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾[7]

گویا انسانی حوالہ سے ترقی کے تمام پہلوؤں کو ایک ساتھ ملحوظ رکھنا تعلیمات انبیاؑ کا لازمی جزو ہے اور یہی امر متوازن اور پائیدار ترقی کہلاتا ہے، ترقی کے اسلامی تصور میں اگر مادی ترقی اور دنیوی انتظام و انصرام کی گنجائش نہ ہوتی تو قرآن کریم اہل ایمان سے خلافت ارضی اور پر امن معاشرے کے قیام کا وعدہ نہ کرتا۔ ارشادِ خداوندی ہے،

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[8]

(اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوؤں کو دی اور ضرور ان کے لئے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں)

گویا قرآنِ حکیم نے اہلِ ایمان کے لیئے محض اُخروی ترقی کی نوید و بشارت پر اکتفا نہیں کیا، اس لیئے مادی ترقی سے انحراف کسی صورت میں اسلامی فکر نہیں کہلا سکتی۔ حتیٰ کہ معروف صوفی شخصیت شیخ ابو المکارم علاء الدین احمد بن محمد سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۶ھ) کی نظر میں مادی ترقی میں کوتاہی بھی لائقِ احتساب ہے، وہ کہتے ہیں "حق تعالیٰ نے زمین اور کھیتوں کو حکمت سے پیدا فرمایا اور وہ چاہتا ہے کہ یہ زمین اور کھیت آباد رہیں اور ان سے مخلوق کو نفع پہنچے، اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بامقصد نفع اور آمدنی کے لئے دنیا کی آبادکاری میں کتنا ثواب ہے تو ہرگز آبادکاری کا کام نہ چھوڑتے اسی طرح اگر یہ جانتے کہ آبادکاری کے کام کو چھوڑنے اور زمین کو بیکار پڑا رہنے دینے میں کتنا گناہ ہے تو وہ ہرگز یہ کام نہ کرتے، مثلاً کوئی شخص قطعہ اراضی رکھتا ہے اور اس سے سالانہ ایک ہزار من غلہ حاصل ہو سکتا ہے مگر اسکی کوتاہی اور بے توجہی سے نو سو من غلہ حاصل ہوا اور اسکی وجہ سے ایک سو من مخلوق تک نہ پہنچ سکا تو اس سے اس کے بقدر باز پرس ہو گی۔"[9]

سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ:

پائیدار ترقی (Sustainable Development) کا موضوع نسبتاً ایک نیا موضوع ہے، جس پر عصر حاضر میں اس وقت توجہ مبذول ہوئی ہے جب صنعتی انقلاب کے ضمنی نتائج نے دنیا کے مجموعی نظام پر ایسے اثرات مرتب کیے جو ماہرین کی نظر میں کسی طور خوشگوار نہیں تھے۔

ذیل میں اس حوالہ سے کی جانے والی چند تحقیقی کاوشوں کا تذکرہ مناسب ہو گا۔

(1)Islam and Sustainable Development[10]

پروفیسر عودے رشید الجیوسی، مشرق وسطیٰ میں مقیم امریکی تعلیم یافتہ مصنف ہیں، انہوں نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں اسلامی نقطہ نظر سے پائیداری کی سماجی، انسانی اور معاشی جہتوں سے بحث کی ہے۔ مشرق اور مغرب کے مابین مشترکہ افہام و تفہیم کو فروغ دیتے ہوئے، پائیداری کے بارے میں سوچنے کے روایتی مغربی طریقوں سے کہیں زیادہ وسیع اور گہرے انداز میں گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب اسلامی نقطہ نظر سے پائیدار ترقی کے لیے ایک اہم کام شمار کیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر الجیوسی اسلامی اقدار کے بارے میں اپنی گہری تفہیم کو عصری ماحولیاتی، مالی اور سماجی تنازعات اور بحرانوں پر لاگو کرتے ہیں اور مقامی، علاقائی اور عالمی نقطہ نظر کو اپناتے ہوئے پائیداری کے لیے مطلوبہ فریم ورک کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔

(2)Islamic Finance and Sustainable Development A Sustainable Economic Framework for Muslim and Non-Muslim Countries[11]

یہ کتاب ان ابواب کا مجموعہ ہے جس میں اسلامی فنانس کے وسیع تناظر میں پائیدار ترقی کے اہداف کے ساتھ ساتھ مقاصد الشریعہ کے ساتھ اقوام متحدہ کے متعین کردہ اہداف (SDGs) کی نقشہ سازی کی گئی ہے۔ یہ کتاب، ایک پائیدار معیشت کی ترقی کے لیے مسلم اور غیر مسلم دونوں ممالک کے لیے ایک فریم ورک فراہم کرتی ہے جو نہ صرف فلاحی ریاست کے تصور پر محیط ہے بلکہ ترقی سے متعلقہ سرگرمیوں کی بھی حمایت کرتی ہے۔ اس کے ایڈیٹرز میں ایم کبیر حسن، مہمت سارک، اور اشرف خان شامل ہیں۔

(3)Islamic Economic Development, Plicy & Public Finance & Sustainable Development (Notes on Islamic Economics[12]

ڈاکٹر منذر کہف کی مذکورہ کتاب، اسلامی اقتصادیات پر نوٹس پر چار کتابوں کی سیریز میں سے چوتھی ہے۔ یہ تین اہم موضوعات سے متعلق ہے: 1) اسلامی معاشیات میں پیسہ اور ترقی کا نظریہ، 2) اسلامی پبلک فنانس، اور 3) مسلم ممالک میں پائیدار ترقی۔ یہ تیسرا حصہ مسلم ممالک کے پائیدار ترقی کے ساتھ کتاب کے تیرہ سے سولہ

ابواب پر مشتمل ہے، ان کا کہنا ہے کہ دین اسلام ترقی کے لیے ساز گار اقدار کی ترویج کی کوشش کرتا ہے اور انسانوں کو ضروری تبدیلیاں کرنے کے لیے تیار کرتا ہے جس سے معاشی ترقی ہوتی ہے۔

(4) Impact of Zakat on Sustainable Economic Development[13]

عادل سارا (اہلیہ یونیورسٹی، بحرین) نے اپنی مذکورہ کتاب میں اس پر روشنی ڈالی ہے کہ زکوٰۃ، خیرات کی شکل میں ایک ایسا مذہبی فریضہ ہے جو مجموعی طور پر اسلام اور اسلامی معیشت دونوں میں انتہائی اہم ہے۔ چونکہ مسلم معاشروں کو دنیا بھر میں مالی مشکلات کا سامنا ہے، اس لئے زکوٰۃ ان میں ایک اہم جزو کے طور پر ابھری ہے اور معاشرے میں غربت کے خاتمے اور سماجی مساوات کو فروغ دینے میں مدد دے کر پائیدار معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

(5)Sustainable Development from an Islamic Perspective: Meaning, Implications, and Policy Concerns[14]

زبیر حسن نے اس مقالہ میں پائیدار ترقی کے معنی اور اسلامی تناظر میں مختلف نقطہ نظر کے پالیسی مضمرات پر بحث کا جائزہ لیا ہے۔ یہ مقالہ موضوع پر مرکزی دھارے اور اسلامی موقف کو مربوط کرتا ہے اور دلیل دیتا ہے کہ پائیدار ترقی کی جو بھی تعریف کی جائے، وہ بالآخر ایک ماحولیاتی تشویش پر ختم ہوتی ہے۔ مصنف کے مطابق پائیدار ترقی کے ارد گرد کے مسائل اخلاقی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی پیچیدگیاں رکھتے ہیں اور صرف معاشی نقطہ ء نظر سے ان مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا۔

(6)Islamic Perspectives on Sustainable Development[15]

منور اقبال نے اپنی مذکورہ کتاب میں غیر سودی فریم ورک میں ترقی کی پائیداری کا جائزہ لیا ہے اور بتایا کہ متبادل میکانزم پر کس طرح ایک معاون مالیاتی نظام بنایا جا سکتا ہے۔ یہ بھی واضح کیا ہے کہ پائیدار ترقی کے میدان میں مختلف مسائل کس طرح مسلم ممالک سے متعلق ہیں۔ کتاب میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ پائیدار ترقی ایک نئے معاشی فلسفے کے طور پر ابھر رہی ہے جس میں نوکلاسیکی مثال سے نمایاں انحراف پایا جاتا ہے۔

اردو زبان میں پائیدار ترقی کے حوالہ سے درج ذیل کتب اب تک منظر عام پر آچکی ہیں۔

(7) پائیدار ترقی کانفرنسز۔ ایک نظر میں،[16] احمد سلیم نے اس موضوع پر کتاب لکھی،

(8) ماحول، معاشرہ اور پائیدار ترقی[17]، حمیرا اشفاق کی مرتب کردہ کتاب ہے۔

(9) معاشی بحران، پاکستان اور پائیدار ترقی[18] حمیرا اشفاق ہی کی کتاب ہے۔

(10) جدلیات، ادب و فن اور پائیدار ترقی، سماجی شعبہ اور پائیدار ترقی[19] حمیرا اشفاق کی تحریر ہے

(11) پاکستان کے ماحولیاتی تقاضے اور اقدامات برائے تدارکِ آلودگی[20]، ڈاکٹر محمود احمد خواجہ کی کتاب ہے۔

معاشرہ کی تشکیلِ نو میں انضمامی ثقافت کی اہمیت:

بالعموم نوع انسانی کی ثقافتی تحریک میں دو رائے پائی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ دنیا مایہ ہے، اس میں دل نھیں لگانا چاہیئے، یہ عینی ثقافت (Ideational Culture) کہلاتی ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ جو کچھ ہے یہی مادی دنیا ہے، اس دنیا سے ماوراء کچھ نہیں ہے، یہ حسی ثقافت (Sensate Culture) کہلاتی ہے۔ ان دونوں کے مجموعہ کو باہم مربوط یا انضمامی ثقافت (Integrated Culture) کہا جاتا ہے[21] اور معاشرہ کی اسلامی تشکیلِ نو میں یہ امر بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کی نظر میں انسانی زندگی کے تمام موضوعات معنوی حیثیت سے باہم مربوط ہیں ا سکے ہاں انسانی معاشیات کی وہی اساس ہے جو انکی سیاست و اخلاقیات کی ہے اور مادیت کی بنیاد جس حقیقت پر ہے اس پر انسانی اخلاقیات بھی مبنی ہے، گویا اسلامی معاشرہ کی تشکیلِ نو سے انضمامی ثقافت پروان چڑھے گی۔

شہری تمدن اور ملکی نظام کے تقاضوں سے روگردانی اختیار کرنے میں رضاءِ خداوندی کا کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی شریعت کا یہ تقاضہ ہے اور دینِ حق کی نظر میں انسانی سماج کا معاملہ ایسا نہیں ہے جیسے ان لوگوں کا تصورِ زندگی ہے جو ویرانوں اور پہاڑوں کی طرف جانکلے اور تمام اچھے برے کاموں میں دیگر لوگوں سے میل جول اور سماجی تعلقات مکمل طور پر ترک کر دیئے اور وحشیوں کی طرح بود و باش اختیار کرلی، اسی بناپر رسول اللہ ﷺ نے ایک صاحب کی طرف سے اپنی رفیقہ حیات سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے کے ارادہ کو مسترد کر دیا[22] اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "میں رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا اور مجھے تو آسان حنیفی ملت کے ساتھ بھیجا گیا ہے"[23]

اور اسی لیئے اس مقدس ہستی کی تعلیم میں انسانوں کے باہم اختلاط و اجتماع کی زندگی کو ترجیح دی گئی ہے کہ عمدہ اخلاق کا ظہور اس کے بغیر ممکن نہیں نہ صرف یہ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو تمدنی زندگی کے تمام مراحل ہموار کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ تمدنی زندگی میں جو ساتویں صدی عیسوی کے عجمی بادشاہوں کی طرح رفاہیت اور آسودگی میں مبالغہ کرنے والوں کی حالت تک پہنچا جائے اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ تمدن سے بیزار دہقان اور ویرانوں اور پہاڑوں پر بسنے والے وحشی لوگوں کی طرح انکی نام نہاد معیشت ہو۔ اس مقام پر دو متعارض قیاسی رجحانات کام کر رہے ہیں ایک یہ ہے کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک من پسند اور خاطر خواہ شئے ہے، اس لئے کہ اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہے تو اس کی بدولت انسانوں کا دماغی توازن اعتدال پر رہتا ہے اور اس سے ان کے عمدہ اخلاق صحیح اور درست رہتے ہیں، نیز انسان اس قابل بنتا ہے کہ وہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو اس لئے کہ معاشی بدنظمی سے انسانی مزاج میں کم عقلی اور درماندگی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا رجحان یہ ہے کہ نظام

معیشت میں دولت و ثروت ایک بدترین چیز ہے کہ وہ باہمی تنازعات اور ایک دوسرے سے بغض و حسد کا سبب بنتی ہے اور خود اہل ثروت و دولت کے اطمینان قلب کو تنگ نظری اور حریصانہ مقابلہ بازی کے زہر سے مسموم کرتی ہے، کیونکہ ایسی صورت حال آخرت اور یاد الٰہی یعنی روحانی زندگی سے بالکل غافل و بے پرواہ بنادیتی ہے اور کمزور و پسماندہ افراد پر نت نئے مظالم کا دروازہ کھولتی ہے لہذا پسندیدہ (متوازن اور پائیدار) راہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کو "نظام معیشت" میں ایسا درجہ دیا جائے جو میانہ روی اور اعتدال پر قائم اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔ اور سماجی زندگی کو مستحکم کیا جائے اور اس کے ساتھ دینی اذکار و آداب کا اہتمام رکھا جائے، نیز ذاتِ الٰہی کی طرف توجہ کے لیئے موقع بہم پہنچانے کو ملحوظ رکھا جائے[24]

پائیدار ترقی کا اسلامی تصور:

اسلام نے پائیدار ترقی کے لئے بنیادی طور پر دو چیزیں ضروری قرار دی ہیں، اور یہ دونوں انسانی فطرت و مقام کے مطابق ہیں (۱) معاشرہ کی اعلی پیمانہ پر تنظیم اور (۲) مادیت کے ارتقاء کا تسلسل۔ ان دونوں میں کسی ایک سے بھی غفلت برتی گئی تو بین الاقوامی میدان میں نہ وہ "اصلح قوم (Sustained Nation)" کہلانے کی مستحق ہوگی اور نہ ہی اسکے قیام و بقاء کی کوئی ضمانت ہوگی[25] یعنی اگر صرف مادیت کی طرف توجہ دی جائے اور اس کے ساتھ بلند تصورات و اخلاقی اقدار کی تنظیم نہ ہو تو آگے چل کر یہی مادیت غیر مفید بلکہ تباہ کن بن جائے گی۔ قوموں کی تاریخ میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جنہوں نے ابتداء میں عمدہ اخلاقی رویے اختیار کرکے اقتدار حاصل کرلیا، لیکن بعد میں انسانیت کے اخلاقی اقدار نظر انداز کرتے ہوئے مادیت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر تباہ و برباد ہوئیں اسی طرح اگر بلند تصورات و اخلاقی اقدار کے ساتھ مادیت کا ارتقاء جاری نہ رہے تو اس سے نہ کوئی مضبوط و پائیدار کلچر پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے بقاء کی کوئی ضمانت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ تاریخ میں ایسی قوموں کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ قوت و سلطنت چھن جانے کے بعد جب مادی اتقاء کا سلسلہ ختم ہوگیا تو ان کا علم اور تہذیب و تمدن وغیرہ سب رخصت ہوگئے اور بالآخر رفتہ رفتہ وہ قومیں بھی ختم ہوگئیں۔

قرآنِ حکیم انسانی معاشرہ کے قیام و بقاء کے لئے اخلاقیات کی اعلی پیمانہ پر تنظیم اور مادیات کے ارتقاء اور اس سے استفادہ کی رہنمائی دیتا ہے ارشاد الٰہی ہے کہ

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾[26]

(جہاں تک ہو سکے قوت وطاقت کے سامان پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے تیار رہو اور اس تیاری سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو گے اور ان لوگوں پر بھی جن کی تمہیں خبر نہیں لیکن اللہ انہیں جانتا ہے۔)

اس آیت میں قوت وطاقت کے سامان سے ہر وقت لیس رہنے کا حکم ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جس میں مادیت کے بغیر کام چل سکے۔ لفظ "من قوۃ" کی عمومیت سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں مادی ارتقاء کا ہونا ضروری ہے اور اس ارتقاء کا ساتھ دیئے بغیر کوئی قوم اپنے کو باقی نہیں رکھ سکتی۔ اس کے بعد کی آیات میں چند اخلاقی اوصاف بھی بیان کیئے گئے ہیں جو زندگی کو منظم کرنے والے اور مادی ترقی کو انسانیت کے لئے مفید بنانے والے ہیں مثلاً سماجی اعمال کی نتیجہ خیزی، صلح جوئی، اعتماد وتوکل، تائید غیبی کی امید، محبت باہمی وغیرہ۔ سماجیات کی پائیدار تشکیل سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے کہ

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾[27]

(اے ایمان والو اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف سے گواہی دینے والے ہو جاؤ کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات کے لئے آمادہ نہ کرے کہ اس کے ساتھ بے انصافی کرو ہر حال میں انصاف کرو یہی تقوی سے قریب تر بات ہے۔)

حاصل یہ کہ پائیدار ترقی کے لیئے اخلاق کی ایسے پیمانہ پر تنظیم ہونی چاہیئے کہ اس کے نفاذ میں کسی گروہ کی دشمنی یا کسی عزیز سے عزیز ترین کی جانبداری حتی کہ اپنی ذات کی رعایت کو بھی دخل نہ ہو۔ قرآن حکیم نے قومی وجماعتی زندگی میں "عدل اور اعتدال "(Justice & Moderation) پر سب سے زیادہ زور دیا ہے غور سے دیکھا جائے تو تمام محاسن اعمال کی بنیاد اور قومی اخلاق کا خلاصہ یہی خصلت ہے۔

ترقی کے روایتی تصور کے منفی سماجی اثرات:

موجودہ دور کی مادی اور سماجی ترقی میں سائنسی ایجادات کا عمل دخل ایک مسلمہ امر ہے کہ سائنسی ایجادات کی ترقی نے انسانی زندگی میں بہت سی سہولتوں کو جنم دیا ہے مثلاً آج کا انسان آئی پیڈ پر چیٹنگ اور ای میل چیک کرتا ہے، اے ٹی ایم مشین کے ذریعہ بلوں کی ادائیگی کرتا ہے اور ہر طرف بلند وبالا عمارتیں، عالیشان صنعتیں، خلائی تجربات، ایٹمی توانائی کے منصوبے سائنسی کرشمات کے گواہ ہیں۔ مادی ترقی اور سائنسی ایجادات نے جہاں حال کو ماضی سے مختلف بنا دیا ہے، وہاں انسانی سوسائٹی کے حوالہ سے کچھ مسائل نے بھی جنم لیا ہے، جن میں صنعتی ترقی

کے سبب ماحولیاتی آلودگی کی شرح میں روز افزوں اضافہ، ایٹمی ترقی کے سبب مہلک اسلحہ کی ہولناکیوں میں شدت، ماحولیاتی تغیرات کے سبب قدرتی وسائل میں عدم توازن کی صورتِ حال، انسانی جان ومال اور اس کی نجی زندگی کا سائبر حملوں کے سبب اندیشوں اور توہمات کی خوف زدہ نفسیات کا وجود پذیر ہونا وغیرہ جیسے کئی مسائل نے عالمی اور علاقائی امن کو داؤ پر لگا دیا ہے، ترقی کی اس یک طرفہ اور اجارادارانہ سوچ اور حکمتِ عملی نے مستقبل کے مسائل سے صرفِ نظر کرنے اور حال میں مست رہنے کے کلچر کو فروغ دیا ہے، جس سے مستقبل کی نسلِ انسانی کے حوالہ سے کئی خدشات پائے جاتے ہیں۔ نیز صنعتی ممالک کی ترقی سے تیسری دنیا کے ممالک کے مستفید ہونے کا مربوط نظام نہ ہونے کے سبب ان ممالک میں بھوک، افلاس، بیماریاں، آلودگی، پسماندگی، بد عنوانی، زوال پذیر انتظامی کردار، بدامنی وفسادات، قدرتی آفات، جرائم اور محرومیوں ومایوسیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ نظر آتا ہے۔

آج کل جس ترقی کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی جاتی ہے اس کا حقیقی تصور بہت بھیانک ہے۔ اور اعداد وشمار کی مدد سے دکھائی جانے والی ترقی کی حقیقت جس کا ہر دن اب چاک ہو رہا ہے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اس نام نہاد ترقی کے نتائج بہت کم مثبت ثابت ہوئے مثلاً معاشی ترقی روزگار کے نئے وسائل پیدا کرنے کا ذریعہ بنی چاہئے تھی لیکن اس کے برعکس مجموعی طور پر بیروزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس معاشی ترقی اور فروغ نے عوام کے دینی اور ثقافتی تشخص کو بھی نقصان پہنچایا اور ملک میں جمہوری اور شخصی آزدیوں کی ضمانت فراہم کرنے کی بجائے پامال ہونے دیا ہے۔ پاکستان میں گزشتہ صدی کی چھٹی دھائی میں اس کے نام پر ملک میں بیس تیس گھرانے پیدا ہوگئے جن کا ملکی دولت پر ٪80 فیصد قبضہ تھا۔ اب یہ گھرانے بڑھ کر دو تین ہزار ہوگئے ہیں[28] ترقی کی تمام حاصلات ان امراکی جھولی میں چلی جاتی ہیں اور عوام کی اکثریت ان سے محروم رہتی ہے حالانکہ اسلام کی نظر میں مادی وسائل کل بنی نوع انسانی کی ملکیت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿وَ جَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِهَا وَ بٰرَكَ فِیۡهَا وَ قَدَّرَ فِیۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا فِیۡۤ اَرۡبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ﴾[29]

(اور اللہ نے اس (زمین) میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے، زمین میں برکت رکھی اور اس میں سامانِ معیشت مقرر کیئے، چار دنوں میں، طلب گاروں کے لیئے یکساں طور پر)

جب کہ موجودہ غیر متوازن ترقی پر مبنی منصوبے، زمینی وسائل کا تیزی سے خاتمہ کر رہے ہیں اور انسان اور انسانیت کے ماحول کو مستقبل کے خطرات سے دوچار کر رہے ہیں اس اعتبار سے اپنے جوہری کردار میں ترقی مقامی اور قومی سطح کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر بھی انسانیت کے مفادات کو تباہ کرنے کا باعث بن رہی ہے۔ اس

صورت حال کی وجوہات پر معمولی غور و فکر سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جب تک سرمائے پر مکمل انحصار رکھنے والے معاشی ترقی کے ماڈل کی جگہ دین اسلام کا دیا ہوا عوام کی شرکت اور اجتماعی مفادات پر مبنی معاشی ماڈل کو نہیں اپنایا جائے گا انسانی معاشرہ کا مستقبل بدستور دھندلا رہے گا۔ کیوں کہ پائیدار ترقی کے نظریہ کو نظر انداز کرنے سے ہی معاشرہ میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی گو اٹھارہویں صدی عیسوی کی حالتِ زار بیان کر رہے ہیں مگر آج کا منظر نامہ اس حوالے سے کوئی جوہری اختلاف نہیں رکھتا، وہ کہتے ہیں کہ "اس زمانہ میں شہری آبادیوں کی بربادی کے دو بڑے اسباب ہیں ایک یہ کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ چونکہ وہ عسکری ذمہ دار یا اہل علم و قلم ہیں۔ اس لئے بیت المال (قومی خزانہ) پر ان کا حق ہے اور اس طرح ان کے کسب معاش کا ذریعہ صرف قومی خزانہ بن کر رہ گیا ہے یا زُہاد (دیندار) اور شعراء (اربابِ فنونِ لطیفہ) وغیرہ ہیں جن کو حکمرانوں کے صلہ (تحائف) کی عادت پڑ گئی ہے یا لوگوں سے بھیک مانگنے کا ذریعہ اختیار کر لیا اور بغیر کسی اجتماعی خدمت کے کسبِ معاش پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگوں کے ہاں جاتے ہیں اور ان میں کبیدہ خاطری (رنجش) پیدا کرتے ہیں اور شہری آبادی پر بار گراں (بوجھ) بن کر رہ جاتے ہیں دوسرا سبب یہ ہے کہ کسانوں، تاجروں، پیشہ وروں اور دست کاروں (پیداواری طبقات) پر گراں بار ٹیکس لگائے جا رہے ہیں اور ان پر حد سے زیادہ سختی کی جاتی ہے جس سے (قانون پسند) شہریوں پر مصیبت آتی ہے، اور وہ برباد ہو جاتے ہیں، اور وہ لوگ جو جری (طاقتور) ہوتے ہیں وہ حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں (جس سے معاشرہ میں ریاست کی ساکھ ختم ہو جاتی ہے) شہروں کی فلاح و بہبود کا طریقہ یہی ہے کہ عوام پر کم سے کم ٹیکس لگائے جائیں اور ضرورت کے مطابق محافظ و نگراں (انتظامی و سلامتی کے ذمہ دار) مقرر کئے جائیں۔ (ہر دور کے) اہل زمانہ کو اس اہم نکتہ (اصول) سے آگاہ ہونا چاہیئے"[30] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کی دعوت عقائد و عبادات کے علاوہ اپنے عہد کی جملہ معاشی، سیاسی اور معاشرتی خرابیوں کی بنیادی اصلاح پر بھی مشتمل ہوتی ہے جو پائیدار ترقی کی حقیقی اساس ہے۔

مسلم معاشرہ کی تشکیلِ نو میں پائیدار ترقی کا کردار:

آج کل پائیدار ترقی کے لیئے (Sustainable Development) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے[31] اس سے مراد اسطرح کی ترقی ہے جو حال کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے مستقبل کی نسلوں کی ضرورت پورا کرنے کی صلاحیت کو نقصان نہ پہنچائے[32] پائیدار ترقی کا دائرہ بہت وسیع ہے اس میں اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسے معاشرہ کے قیام و بقاء کو یقینی بنایا جائے جو معاشی طور پر مضبوط ہو، ماحولیاتی حوالہ سے صحت مند ہو اور سماجی عدل

پہ قائم ہو[33]. یہاں پائیدار ترقی کے حوالہ سے معاشرہ کی اسلامی تشکیلِ نو کے چند اہم بنیادی تقاضوں کی نشان دہی مناسب ہو گی۔

(1) معاشرہ کی تشکیلِ نو کے لیئے صرف حال کی ترقی پیش نظر نہیں بلکہ مستقبل کی ترقی بھی ملحوظ نظر رکھنا ضروری ہے اور اسلام اس ترقی کو ترجیح دیتا ہے جو زیادہ پائیدار اور ہمہ گیر ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾[34]

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا)

آنے والا کل اس دنیا میں آج کے مستقبل اور دنیوی زندگی کے بعد کے مستقبل دونوں پر مشتمل ہے لہذا ہر شخص کو اس بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ وہ آنے والے کل یعنی مستقبل کے لئے کیا تیاری کر رہا ہے اور اس کے لیئے اس کو فوری حاصل ہونے والے معمولی اور ختم ہو جانے واے فائدے پر پائیدار اور مستقل فائدے کو ترجیح دینا ہو گی خواہ وہ دیر سے ہی حاصل کیوں نہ ہو۔ یعنی لوگوں کی متنوع ضروریات کو پورا کرتے ہوئے مستقبل کی نسلوں کی ضروریات بھی پوری کی جائیں۔

پائیدار ترقی کا خاصہ یہ ہے کہ لوگوں کو ترقی کا خادم بنانے کی بجائے ترقی کو لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے۔ یہ حقیقت کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کو بہترین لائحہ عمل کے طور پر تسخیر کائنات سے مربوط کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ﴾[35]

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لئے وہ تمام چیزیں مسخر کر دیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل کر دیں)

(2) معاشرہ کی تشکیلِ نو کے لیئے ضروری ہے کہ لوگوں میں اپنے فیصلے خود کرنے کی صلاحیت جلا پائے، خواہ ذاتی امور ہوں یا سیاسی و سماجی مسائل اور جدید ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اسلام کے بامعنی اور ہمہ گیر مشاورت کے اصول کو بروئے کار لائے۔ یہ مقامی اقدار اور اجتماعی معمولات کے فیصلوں کے لئے راہنما اور مددگار اصول ہے اور یہ صرف اس صورت میں قابلِ عمل ہو سکتا ہے کہ قومی سیاسی و سماجی قیادت ایسا ماحول فراہم کرنے پر رضامند ہو جس میں اختیارات کی عدم مرکزیت پر مبنی قومی اقدامات فروغ پا سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترقی صرف اسی وقت پائیدار کہلاتی ہے جب لوگ اس کا ماحول بنانے کے لئے بااختیار ہوں کیوں کہ پائیدار ترقی اجتماعی کارکردگی کا ہی نتیجہ ہوتی ہے جس میں جبر نہیں بلکہ رضامندی کی حکمرانی ہوتی ہے۔

ترقی، مادی مفہوم میں نظری حوالہ سے مستحکم کہلا سکتی ہے خواہ وہ سماجی اور سیاسی حوالہ سے تنگ نظر ہی کیوں نہ ہو مگر یہ مادی استحکام اس وقت تک غیر محفوظ تصور ہو گا جب تک کہ ترقیاتی پالیسیوں میں ذرائع و وسائل تک رسائی اور نفع و نقصان میں شرکت جیسے امور میں تبدیلیوں پر توجہ نہیں دی جائے گی حتی کہ مادی استحکام کے محدود تصور کے ساتھ انسانی نسلوں کے مابین سماجی انصاف کے تصور کو بھی اس طور پیشِ نظر رکھنا ہو گا کہ اس کو منطقی طور پر ایک نسل کے دائرہ میں بھی قیامِ انصاف تک توسیع دی جاسکے۔[36]

(3) معاشرہ کی تشکیلِ نو کے نظریہ کے تحت موجود سماجی ڈھانچہ کی اصلاحات، مالی وسائل کی منصفانہ تقسیم، اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعہ محروم طبقے کو طاقتور بنانے جیسے اقدامات پائیدار ترقی کے لیئے ناگزیر ہیں، ان کے ذریعہ انسانی سماج کے لیئے ایک ایسی صحت مند مددگار فضا تخلیق کرنا مقصود ہوتا ہے جو مختلف شعبوں اور اداروں کو باہم انحصار کی بنیاد پر آپس میں جوڑتی ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيشَتَهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُم بَعۡضٗا سُخۡرِيّٗاۗ﴾[37]

(ہم نے ان (انسانوں) کے مابین دنیاوی زندگی میں ان کے وسائلِ معیشت تقسیم کیئے اور ان کو ایک دوسرے پر فوقیت دی تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں)

سماجی تشکیلِ نو کے لیئے ضروری ہے کہ سماج میں اشیاء اور وسائل سے استفادہ کا ایسا مربوط نظام قائم کیا جائے کہ افرادِ انسانی اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں اور دیگر افراد کو ضرر اور نقصان لاحق نہ ہو جیسا کہ امام شاہ ولی اللہ کہتے ہیں "اس میں شک نہیں کہ مال سب کا سب اللہ کا ہے دراصل اس میں کسی کا حق نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی تو لوگوں نے حرص اور لالچ کا اظہار شروع کر دیا (یعنی زیادہ سے زیادہ زمین پر قبضہ کرنے لگے) اس پر قاعدہ یہ بنا کہ جو شخص کسی غیر مملوکہ غیر کاشت شدہ زمین کو جو شہر اور اس کے مضافات میں نہ ہو پہلے کاشت کرنا شروع کر دے تو اس کو اس سے نہ روکا جائے اور اس سے اس کے حق انتفاع کو قانونی تصور کیا جائے بشرطیکہ اس سے کسی کو نقصان یا ضرر نہ پہنچتا ہو۔ ساری زمین مسجد یا سرائے کی حیثیت رکھتی ہے کہ یہ دونوں وہاں آنے جانے والوں پر وقف ہوتی ہے اور سب لوگ ان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، مگر جو پہلے آ کر اس کو اپنی تحویل میں لے لے، وہ جگہ اس وقت اس کی ہو جاتی ہے (لیکن ظاہر ہے کوئی شخص اتنی ہی جگہ پر قبضہ کرنے کا حق رکھتا ہے جتنی جگہ وہ استعمال کرے) ایسے ہی زمین پر

کسی آدمی کے قبضے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ دوسرے شخص کی بہ نسبت اس قطعہ زمین سے انتفاع (فائدہ اٹھانے) کا فائق حق رکھتا ہے"۔[38]

اسلام کا بنیادی سماجی اصول ہے کہ جس مباح چیز میں بہت سے لوگوں کے حقوق علی الترتیب لازم ہوں، تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ترتیب کی اسی قدر رعایت کی جائے کہ جس سے سب کو فائدہ پہنچے اس ضمن میں عہدِ نبوی کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابیض بن حمال المآربی کو نمک کا ایک چشمہ دار قطعہ اراضی عطا کر دیا تھا، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس کو نہ ٹوٹنے والا، نہ ختم ہونے والا مادہ (Resource) دے دیا۔ چنانچہ جب اس امر پر غور کیا گیا کہ جن معادن (معدنیات کے مراکز) اور کانوں میں زیادہ محنت و مشقت کی ضرورت نہ ہو۔ ایسی معادن اور کانیں کسی ایک شخص کو دے دینا عام انسانوں کے حق میں مضرت رساں ہو گی۔ اور ان کے حق میں ایک قسم کی ضیق اور تنگی پیش آئے گی تو آنحضرت ﷺ نے نمک کی اس کان کو ابیض بن حمال مآربی سے واپس لے لیا"[39] یوں یہ امر بطور رہنما اصول طے پا گیا کہ عمومی معاشی ذرائع پر اجارہ داری کے ذریعہ حاصل ہونے والی ترقی، ناپائیدار ترقی کہلائے گی جب کہ پائیدار ترقی وسائل میں عوامی شرکت کے منصوبوں سے شرمندہ تعبیر ہوتی ہے۔

(4) معاشرہ کی تشکیلِ نو میں سماجی سرمائے کی تشکیل کے ذریعہ لوگوں کی صلاحیتوں میں اضافہ کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا ہے تاکہ وہ مستقبل کی نسلوں کی ضروریات کو داؤ پر لگائے بغیر موجودہ نسلوں کی ضروریات کو پورا کر سکیں یعنی بالفاظِ دیگر حال اور مستقبل کی نسلوں کی یکساں ترقی پر مشتمل نظام کو اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور میں یہ فیصلہ کر دیا کہ عراق اور شام کی زمینیں کسی گروہ کو نہیں دی جائیں گی[40] خواہ ان کی اس سلسلے میں کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ ہوں، ان کی یہ قربانیاں قابلِ قدر ہیں لیکن اس جائز بنیاد کے باوجود اگر کسی گروہ کو وسائل پر قبضہ دے دیا جائے گا تو معاشرے میں کچھ عرصے کے بعد اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایک گروہ وسائل پر قابض سمجھا جائے اور باقی لوگ محروم ہو جائیں اس لیئے اس طرح کے جو عمومی وسائل ہیں، ہمیشہ پوری سوسائٹی کی ملکیت ہوتے ہیں اور ہر دور کے لوگ اس فائدہ اٹھاتے ہیں اس کو کسی کی وراثت نہیں بنایا جاتا۔

بہر حال معاشرہ کی اسلامی تشکیل کے لیئے پائیدار ترقی کے دو بنیادی تصورات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا کے کم وسائل طبقات کی ضروریات کو بالخصوص ترجیح دی جائے اور دوسرا یہ کہ حال اور مستقبل کی ضروریات تک رسائی کے لیئے ماحولیاتی تقاضہ پر تحدید عائد کی جائے[41] معاشرہ کی اسلامی تشکیل کے لیئے پائیدار انسانی ترقی بنیادی محور کی حیثیت رکھتی ہے، اس کا مقصد نہ صرف معاشی ترقی پیدا کرنا ہے بلکہ اسے مساوی طور پر

تقسیم بھی کرنا ہے، ماحول کو تباہ کرنے کی بجائے اسے خوش گوار بنانا ہے اور لوگوں کو بے بس اور بے اختیار کرنے کی بجائے انہیں طاقتور اور بااختیار بنانا ہے۔ پائیدار انسانی ترقی لوگوں کو ترجیح دیتی ہے۔ ان کے انتخابات اور مواقع میں اضافہ کرتی ہے اور ان کی زندگیوں پر اثر انداز ہونے والے فیصلوں میں ان کی شمولیت کا اہتمام کرتی ہے۔ یہ ترقی وہ ترقی ہے جو غریب نواز ہے، جو فطرت نواز ہے، روزگار کے حق میں ہے، خواتین کے حق میں ہے اور بچوں کے حق میں ہے[42]

نام نہاد ترقی یافتہ دنیا نے تقریباً آدھی صدی اس یک طرفہ نظریہ میں گزار دی کہ ترقی، مادی سرمائے سے تعلق رکھتی ہے جس سے موجود وسائل کے بہتر انتظام اور حفاظت کی قیمت پر نئے پراجیکٹوں اور پروگراموں میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ایک دنیا پیسے کی دنیا ہے یہ دنیا مالیاتی اداروں، بنکوں اور کارپوریشنوں کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ یہ دنیا روپے اور پیسے کی فراہمی اور تجارتی منڈوں کی بات کرتی ہے، یہ دنیا معاشی ترقی اور فروغ کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی، اس کے برعکس ایک دنیا ہمارے ارد گرد کی موجود دنیا ہے جسے بے لگام معاشی ترقی، تباہی سے ہمکنار کر رہی ہے۔ دو دنیاؤں کے درمیان یہ تضاد، یہ تناؤ روایتی ترقیاتی تصور اور لوگوں کی عمومی شرکت پر مبنی فکر (پائیدار ترقی) کا باہمی تضاد بھی ہے۔ روایتی ترقیاتی اپروچ میں لوگوں کی قسمت کے فیصلے بالائی طبقہ سے عوام کی طرف دھکیلے جاتے ہیں۔ جبکہ لوگوں کے اشتراک پر مبنی ترقیاتی فکر ان کے بارے میں فیصلوں کو نیچے سے اوپر لے جانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ان دو دنیاؤں کے درمیان تضاد کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے فیصلوں کا دارومدار زر و سرمایہ کی دنیا پر ہے جبکہ ہم بطور انسان سانس ایک دوسری دنیا یعنی موجود دنیا میں لے رہے ہیں۔ اس تضاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ زمینی وسائل کی بے ہنگم نکاسی پر ہمارا انحصار بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ موجودہ معاشی ترقی ان وسائل کی نکاسی کا زیادہ سے زیادہ مطالبہ کرتی ہے یہ بھیانک حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ 1950 سے اب تک زمینی وسائل کے حصول میں پانچ گنا اضافہ ہو چکا ہے۔[43]

لہٰذا معاشرہ کی تشکیل نو کے لحاظ سے ہر وہ منصوبہ جس میں ماحول کا خیال رکھے بغیر اس پر عمل درآمد کر لیا جائے وہ سفاک اور بے رحم منصوبہ ہوتا ہے۔ ایسا منصوبہ خواہ ایک سڑک کی تعمیر ہو یا ڈیم کی تنصیبات ہوں یا پھر کوئی صنعت یا کارخانہ ہو جنہیں تعمیر کرتے ہوئے ارد گرد کے ماحول کو نقصان پہنچایا گیا ہو یا ہونے والے نقصان کی ماحولیاتی تلافی کو مدِ نظر نہ رکھا گیا ہو اور ماحولیاتی خوبصورتی کو بحال نہ کیا گیا ہو تو ایسی ترقی کچھ نہ کچھ ہمارے کام تو آ ہی جائے گی لیکن ہماری آنے والی نسلیں اس سے حقیقی طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گی چنانچہ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ترقی کا روایتی اور رائج طریقہ کار نہ صرف خلاف فطرت ہے بلکہ معاشی ترقی کے حوالے سے جاری

بحث قدم بہ قدم ہمیں ماحولیاتی آلودگی کے سوال تک بھی لے جاتی ہے۔ ترقی کے مختلف پہلوؤں، زرعی اور جنگلاتی ذرائع، پیداوار پانی اور بجلی کے وسائل و مسائل، علم اور اقدار کے داخلی تعلق اور بدعنوان حکومتوں کے احاطہ کرتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شہروں کی موجودہ صورتحال اور صنعتی فروغ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ماحولیاتی آلودگی انسانیت کے مستقبل کو کس طرح خطرات سے دوچار کر رہی ہے وجہ یہ ہے کہ سوال پانی کا ہو یا صاف ہوا کا، سیلاب جیسی آفات سماوی کا ہو (جو تازہ ترین تحقیق کے مطابق انسان کی اپنی پیدا کردہ آفات ہیں) یا علم کے حصول کا، زرعی اصلاحات کا ہو یا آلودہ ماحول کا ہو ان پر چند گنے چنے افراد کا کنٹرول اور قبضہ ہے اور عوام کو خود اپنے معاملات میں شریک ہونے سے محروم رکھے ہوئے ہیں۔[44]

نتیجہء کلام:

معاشرہ کی تشکیلِ نو کے نقطۂ نظر سے ترقی کے روایتی تصور اور پائیدار سماجی ترقی کے تقاضوں کے باہمی موازنہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عصرِ حاضر میں تشکیل پانے والی اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پائیدار ترقی کے تقاضوں کے تحت ہر ترقیاتی منصوبے کے آغاز سے قبل اسکی ماحولیاتی تشخیص کرائے، اس کی تعمیر اور تنصیب کے دوران ماحول کو پہنچنے والے نقصانات کا تخمینہ لگائے اور نقصانات کو کم سے کم کرتے ہوئے ماحولیاتی تلافی کا اہتمام بھی کرے۔ یہ امر لائقِ قدر ہے کہ پاکستان کے قانون برائے تحفظ ماحولیات کی دفعہ بارہ کے تحت ہر منصوبے کو ماحولیاتی اثرات کے تخمینہ (Envirmental Impact Assessment) کا پابند کیا گیا ہے[45] یہ امر قرینِ عقل ہے کہ مقصد صرف منصوبوں سے حل نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ اس حوالہ سے فطری سماجی تجربات اس راستے میں بنیادی رہنمائی مہیا کریں گے جن پر چل کر معاشرہ اپنی تشکیلِ نو میں پائیدار ترقی کی جانب بڑھتا ہے۔ ان منصوبوں میں جو ترقی کے مختلف راستوں کی پائیداری کا اندازہ لگانے میں مددگار ہو سکتے ہیں اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا کہ تصورات اور اختراعات مقامی طور پر پیدا ہونے چاہئیں، انکی موجودگی سے ہی ممکن ہو سکے گا کہ معاشرے سے سیکھے ہوئے سبق کو سماجی سرمائے کی نئی شکلوں میں تبدیل کیا جا سکے نیز منصوبے کھلے اور شراکتی ہونے چاہئیں تا کہ ان میں شامل لوگوں کو سیکھنے کے مساوی مواقع مل سکیں۔

الغرض معاشرہ کی تشکیلِ نو کے لیئے وسائل اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور انسانی ترقی کے نظریوں کو اس طرح ایک دوسرے سے مربوط کی ضرورت ہے جو مقامی اور قومی سطح پر اداروں کو مضبوط کرے اور ترقی کے مربوط شعور کو بھی وسعت دے۔ معاشرہ کی تشکیلِ نو کے لیئے پائیدار ترقی کی یہی سوچ اور حکمتِ عملی نہ صرف معاشی ترقی پیدا کرتی ہے بلکہ اس سے مساوی طور پر تقسیم بھی کرتی ہے، ماحول کو تباہ کرنے کی بجائے اسے خوشگوار بناتی ہے اور لوگوں کو بے بس اور بے اختیار کرنے کی بجائے انہیں طاقت ور اور بااختیار بناتی ہے۔ یہ لوگوں کے حال اور

مستقبل کی نسل کے حسنِ انتخاب کے مواقع میں اضافہ کرتی ہے انکی زندگیوں پر اثر انداز ہونے والے فیصلوں میں شمولیت کا اہتمام کرتی ہے۔اور جو خواتین اور بچوں سمیت زندگی کے تمام طبقات کے حق میں یکساں مفید ثابت ہوتی ہے۔

سفارشات

1. ملک میں ترقی کے ہر منصوبہ کو وقتی یا جزوی فوائد کی بجائے اس کے ہمہ گیر اثرات کی بنیاد پر جانچا جائے اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔
2. ملک میں انضمامی ثقافت کے فروغ کو بنیادی اہمیت دی جائے تاکہ مربوط ترقی کے فوائد حاصل کیئے جا سکیں۔
3. پائیدار ترقی کے ہدف کے حصول کے لیئے معاشرہ کے تمام طبقات کو کام کے مساوی مواقع دینے کا انتظام کیا جائے۔
4. معاشرہ کو صاف آب وہوا سمیت صحت بخش ماحول کی فراہمی کے بنیادی حق پر سمجھوتہ کر کے ترقی کے کسی منصوبہ کو پروان نہ چڑھایا جائے۔
5. ترقی کے ایسے تمام منصوبوں کو قابلِ مسترد قرار دیا جائے جن سے معاشی اجارہ داری جنم لے اور عوامی شرکت کا دائرہ محدود ہو جائے۔
6. اجارہ دار ترقی کی بجائے نئے وسائل اور امکانات کو پیدا کرنے والی ترقی کو بنیادی ہدف قرار دیا جائے۔
7. ملکی پالیسیوں کی تشکیل کے لیئے بامعنی اور ہمہ گیر مشاورت کو بنیادی اہمیت دی جائے۔
8. اسلامی معاشرہ میں اجتماعی اخلاقیات کی پامالی کی پیش خیمہ ظاہری ترقی کے کسی منصوبے کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔

حوالہ جات(References)

[1] فا ذَاتَرَکَ شَیاً مِنَ الکَمَال فَھُوَ نَاقِص، البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، (م:۲۵۶ھ) **الجامع الصحیح**، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ

Al bukhārī, Muhammad bin Ismaʿīl, Abū Abdullah, *Al Jāmiʿul Ṣahīh*, Kitāb ul ayman, bāb zyadah al ayman wa nuqṣānhi

[2] علی المتقی الہندی، علاء الدین (م:۹۷۵ھ) **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، (مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۰۱ھ)۳:۲۳۸، حدیث:۶۳۳۴ لیسَ بِخَیرِ کُم مَن تَرَکَ دُنیَاہُ لآخِرَتِہِ وَ لَا آخِرَتَہُ لِدُنیَاہُ حَتی یُصِیبَ مِنھُمَا جَمِیعاً فَاِنَ الدُّنیَا بَلَاغ اِلٰی الآخِرَۃ وَلَا تَکُونُو اکَلًا عَلی النَّاسِ،

Ali Mutaqī, Alāuddīn, Kanzúl Umāl fī sunan ul aqwāl wal afa'al, (Mosasul Risāla, 1401 AH)

[3] ایضاً ۳:۲۳۹ حدیث:۶۳۳۸ لَا تَسَبُوا الدُنیَا ،فَلَنِعمَ المَطِیَۃُ لِلمُؤمِن ، عَلَیھَا یَبلُغَ الخَیر وَ عَلَیھَا یَنجُوا مِنَ الشَّر ،

[4] القرآن الحکیم، سورۃ ھود:۳۷

Al- Qurān, 11:38

[5] ۔القرآن الحکیم، سورۃ ھود:۳۸

Al- Qurān, 11:38

[6] ۔القرآن الحکیم، سورۃ سبا:۱۰۔۱۱

Al- Qurān, 34:13

[7] القرآن الحکیم، سورۃ سبا:۱۳

Al- Qurān, 34:13

[8] القرآن الحکیم، سورۃ النور:۵۵

Al- Qurān, 24 : 55

[9] ۔مناظر احسن گیلانی، سید، **اسلامی معاشیات**، (حیدر آباد دکن، ناشر سید عبد الرزاق ۱۹۴۷)،۱۹

Manaẓr Aḥsn Gailani, Syad, *Islami M'ashiat*, (Ḥydrabad Dakkan, Syad Abd al Razzaq 1947): 19

[10] Published 2016 by Routledge,2Park Square,Milton Park,Abingdon,Oxon OX14 4RN 711 Thired Avenue,New York,NY10017,USA

[11] Gewerbestrasse 11, 6330,Cham,Switzerland

[12] Createspace Independent Publishing Platform;1st edition (May30,2015)

[13] Hershey,PA,USA:Information Science Reference,2020

[14] web://www.staff.iiu.edu.my/zubair

[15] MI Ansari - American Journal of Islamic Social Sciences, 1994 - search.proquest.com

[16] پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی، اسلام آباد، 2012

Ahmad Saleem, pāīdarTāraqī, Conferences, aīk Naẓar main Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay pāīdar Tāraqī Islamabad, 2012

[17] پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی، اسلام آباد، 2012

Muratbah Humaira Ishfaq, Māḥūl M'ashrah aur pāīdar Tāraqī,Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay pāīdar Tāraqī Islamabad, 2012

[18] پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی، اسلام آباد، 2012

Humaira Ishfaq, M'āshī Būḥrān, Pakistan aur Pāidar Taraqī, Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay pāīdar Taraqī Islamabad, 2012

[19] پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی، اسلام آباد، 2012

Humaira Ishfaq,smājī Shūbā,jadlīāt adab wa Fun aur pāīdar Taraqī, Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay pāīdar Taraqī Islamabad, 2012

[20] پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی اسلام آباد، 2016

Dr. Mahmūd Ahmad Khaja,Pakistan ky Māḥūlyātī tqaży aur Iqdamāt Brāay Tdāruk ālūdgī, Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay pāīdar Taraqī Islamabad, 2016

[21] -https://satyagraha.wordpress.com/2010/08/19/pitirim-sorkin-crisis-of-modernity/ accessed May30,2017 .

[22] - **صحیح البخاری**، باب مایکرہ من التبتل والخصاء، ۷:۰۷۴، ۵۴ عن الزهری، قال: أ خبرنی سعید بن المسیب ، أنه سمع سعد بن ابی وقاص ، یقول: لقد رد ذلک ، یعنی النبی ﷺ علی عثمان بن مظعون ،ولو أجاز له التبتل لا ختصینا،

Al bukhārī, bāb ma ykrahu min altabtal wa al khṣa', 7:074,54

23 - الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (م:۳۶۰ھ) **المعجم الکبیر**، باب عفیر بن معدان، عن سلیم بن عامر،

۸:۱۷۰، ۷۷۱۵ اِنَمَا بُعِثتُ بِا لحَنِیفِیَةِ السَمحَةِ، وَ لَم أُبعَث بِا لرَهبَانِیَةِ البِدعَةِ ، أَ لَا وَاِنَ اَقوَاماً ابتَدَعُوا الرَهبَانِیَةَ فَکُتِبَت عَلَیهِم، فَمَا رَعَوهَا حَقَ رِعَایَتِهَا، أَلَا فَکُلُوا اللَحمَ ، وَائتُوا النِسَاءَ ،وَصُومُوا وَأَفطِرُوا ،وَصَلُوا وَنَامُوا،فَاِنِی بِذَلِکَ أُمِرتُ ،

Alṭbrani, Slyman bin Aḥmad bin ayyūb, *alm'jam alkabyr*, bāb 'affyr bin m'dan1:, 'n slym bin 'amir,8:170,7715

[24] شاہ ولی اللہ دہلوی (م:۱۱۷۶ھ) **حجۃ اللہ البالغہ**، تحقیق: مولانا محمد احسن النانوتوی (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ۱:۳۰۲-۳۰۳

اعلم أنه لیس رضاالله تعالی فی اِهمال الارتفاق الثانی و الثالث ـ ولم یأ مر بذلک أحد من الانبیاء علیهم السلام ـ ولیس الأمر کما ظنه قوم فروا اِلی الجبال ، وترکوا مخالطة الناس رأساًفی الخیر والشر، وصَاروابمنزلة الوحش ، ولذلک رد النبیﷺعلی من اراد التبتل وقال:ما بعثت بالرهبانیة و اِ نما بعثت با لملة الحنیفیةالسمحة لکن الأنبیاء علیهم السلام أمروا بتعد یل الارتفا قات، وألایبلغ بها حال المتعمقین فی الرفاهیة کملوک العجم ، ولا ینزل بها اِلی حال سکان شواحق الجبال اللا حقین با لوحش ـ وهنا قیاسان متعارضان :احدهما أن الترفةحسن یصح به المزاج ، ویستقیم به الاخلاق ، ویظهر به المعانی التی امتاز بها الأدمی من سائر بنی جنسه ، والغباوة والعجز ونحو هما تنشأ من سوء التد بیر ـ

Shāh Walī ul Allāh Dehlavī, *Ḥujjah al Bāligha*, tḥqīq: Mūḥammad Aḥsan alnanūtavī, Krachī: qadīmī kūtūb khana,1:302-303

[25]ـ محمد تقی امینی، **نظریہ بقاء اصلح**، عزیمت نمبر ۶۴، (شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن ملتان)، ۲۰

Muhammad Taqi Amīni, *Nṭrīā Baqā'Aslāḥ*, 'Azīmāt number 64, Shāh Walī ul Allāh Mīḍā Foundation Multan,20

[26] القرآن الحکیم، سورۃ الانفال:۶۰

Al- Qurān, 8:60

[27] ۔القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ:۸

Al- Qurān, 5: 8

[28]- احمد سلیم، **ماحولیاتی بحران اور سول سوسائٹی کا رول: ماحول معاشرہ اور پائیدار ترقی**، (مرتبہ حمیرا اشفاق) پالیسی انسٹیٹیوٹ برائے پائیدار ترقی اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۳۶

Ahmad Saleem, *Maḥūlyati Būḥran aur Sīval Sūsaity ka Rool:Māḥūl M'ashrah aur Paidar Tāraqī*,(Muratbah Humaira Ishfaq) Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay Paidar Tāraqī Islamabad, 2012,36

[29]- القرآن الحکیم حم السجدہ:۱۰

Al- Qurān, 41:10

[30]- شاہ ولی اللہ الدھلوی، **حجۃ اللہ البالغہ**، ۱:۱۳۸-۱۳۹ وغالب سبب خراب البلدان فی هذا الزمان شيئان:أحدهما تضييقهم على بيت المال بأن يعتادوا التكسب با لأ خذ منه على أنهم من الغزاة ،أو من العلماء الذين لهم حق فيه ، أو من الذين جرت عادة الملوك بصلتهم كا لز هاد والشعراء ، أو بوجه من وجوه التكدى ، و يكون العمدة عندهم هو التكسب دون القيام با لمصلحة ، فيد خل قوم على قوم ، فينغصون عليهم ،ويصيرون كلا على المدينة .والثانى : ضرب الضرائب الثقيلة على الزراع والتجار والمتحرفة والتشديدعليهم حتى يفضى اِ لى اِ جحاف المطا وعين واستئصالهم ، و اِ لى تمنع أولى بأس شديد وبغيهم و اِ نما تصلح المدينة با لجبا ية اليسيرة و اِ قا مة الحفظة بقدر الضرورة ،فليتنبه أهل الزمان لهذه النكتة والله اعلم ،

Shāh Walī ul Allāh Dehlavī, *Ḥujjah al Bāligha*,1:138-139

[31]۔اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل جوئر پیرز ڈی کوئیلر (Javier Pérez de Cuéllar) نے دسمبر 1983ء میں ناروے کی سابق وزیرِ اعظم گروہارلم برنڈٹلنڈ (Gro Harlem Brundtland,) کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا تھا جس نے اکتوبر 1987ء میں اپنی رپورٹ Our Common Future کے نام سے پیش کی، یہ Brundtland Report بھی کہلاتی ہے۔ اس میں پائیدار ترقی Sustainable Development کی اصطلاح کی وضاحت کی گئی ہے۔ (World Commission on Environment and Development, OUR COMMON FUTURE, Oxford University Press 1987)

[32] - www.un-documents-net/oct-02-htm. Accessed March 5,2017

[33].Sustainable development clearly requires economic growth in places where such needs are not being met. Elsewhere, it can be consistent with economic growth, provided the content of growth reflects the broad principles of sustainability and non-exploitation of others. But growth by itself is not enough. High levels of productive activity and widespread poverty can coexist, and can endanger the environment. (Our Common Future , Chapter 2 ,p. 42)

34- القرآن الحکیم، سورۃ الحشر:۱۸

Al- Qurān, 59:18

35 ۔القرآن الحکیم، سورۃ لقمان:۲۰

Al- Qurān, 31:20

36 A development path that is sustainable in a physical sense could theoretically be pursued even in a rigid social and political setting. But physical sustainability cannot be secured unless development policies pay attention to such considerations as changes in access to resources and in the distribution of costs and benefits. Even the narrow notion of physical sustainability implies a concern for social equity between generations, a concern that must logically be extended to equity within each generation (Our Common Future ,Chapter 2 ,p. 41)

37- القرآن الحکیم، سورۃ الزخرف:۳۲

Al- Qurān, 43:32

38-شاہ ولی اللہ الدھلوی، **حجۃ اللہ البالغہ**،۲:۲۷۶"الأصْل فِيهِ مَاأُومأناأن الْكل مَال الله،وَلَيْسَ فِيهِ حق لأحدفِي الْحَقِيقَة،لَكِن الله تعَالَى لماأَبَاحَ لَهُم الِانْتِفَاع بِالْأَرْضِ وَمَافِيهَاوَقعت المشاحة،فَكَانَ الحكم حِينَئِذٍ ألَّايهيج أحد مِمَّاسبق إِلَيْهِ من غيرمضارة،فالأرض الْميتَةالَّتِي لَيست فِي الْبِلَاد وَلَافِي فنائها إِذا عمرها رجل فقدسبقت يَده إِلَيْهَامن غيرمضارة،فَمن حكمه أَ لَّايهيج عَنْهَا،وَالْأَرْض كلهَافِي الْحَقِيقَةبِمَنْزِلَةمَسْجِدأَورِبَاط جعل وَقفاعلى ابناءالسَّبِيل،وهم شُرَكَاءفِيهِ،فَيقدم الأسبق فالأسبق،وَمعنى الْملك فِي حق الْآدَمِيّ كَونه أَحَق بِالِانْتِفَاعِ من غَيره."

Shāh Walī ul Allāh Dehlavī, *Ḥujjah al Bāligha*,2:276

39 - ابوداؤد، سلیمان بن اشعث،(م۲۷۵) **السنن**، تحقیق محی الدین عبدالحمید(بیروت: مکتبہ العصریہ)۳:۱۷۴، حدیث:

۳۰۶۴ (عن ابیض بن حمال ،انہ و فد الی رسول اللہ ﷺفا ستقطعہ و الملح۔قال ابن المتوکل: الذی بما رب فقطعہ لہ – فلما ان ولی قال رجل من المجلس:اتدری ما قطعت لہ الما ء العد،قال:فا نتزع منہ)

Abu Dawōd Salmān bin Ashaʿat, *Al-Sunan,* Tḥqīq Mūḥayyedeen ʻAbdūl Ḥamīd,Bairūt: Māktābā Al'a *ṣrīyah,3:174,Ḥadīth : 3064*

40- ابویوسف، یعقوب بن ابراھیم بن حبیب(م:۱۸۲ھ) **کتاب الخراج**(القاھرہ: المکتبۃ الازھریۃ للتراث)،۳۴۔۳۵

Abū Yūsūf , Yāqūb bin Ibrahīm bin *Ḥābīb,Kītāb ul Khiraj*, Alqāhirah :Al māktābā alazharīyāh liltrath,34-35

41 It contains within it two key concepts: The concept of 'needs', in particular the essential needs of the world's poor, to which overriding priority should be given; and the idea of limitations imposed by the state of technology and social organization on the environment's ability to meet present and future needs. (Our Common Future , Chapter 2 , p.41)

42 طارق بنوری وغیرہ، **پائیدار انسانی ترقی، نظریہ سے عمل تک: ماحول معاشرہ اور پائیدار ترقی** (مرتب حمیرا اشفاق وغیرہ) پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۱۱

Tariq Banuri, *Paidar Insanī Tāraqī,Nẓrīā say 'amml tak,* ,(Muratbah Humaira Ishfaq) Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay Paidar Tāraqī Islamabad, 2012,11

43 - احمد سلیم، **ماحول معاشرہ اور پائیدار ترقی**، ص ۳۷

Ahmad Saleem, *Māḥūl M'ashrah aur Paidar Tāraqī*,37

44-احمد سلیم، **ماحولیاتی بحران اور سول سوسائٹی کا رول، پاکستان کے ماحولیاتی تقاضے اور اقدامات برائے تدارک آلودگی**، (مرتبہ :ڈاکٹر محمود احمد خواجہ) پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی اسلام آباد، ۲۰۱۶، ص ۲۳۰

Ahmad Saleem, *maḥūlyati Būḥran aur Sīval Sūsaity ka Rool,Pakistan ky maḥūlyati Tqażay aur Iqdamat brāy Tadaruk ālūdgi*, Murattbah:Dr.Mahmood Ahmad Khwaja, Pālīsi Insṭīṭūṭ Braay Paidar Tāraqī Islamabad, 2016,230

45 (.Pakistan Envirmental Protection Act (PEPA) 1997 کا نفاذ عمل میں آچکا ہے جو کہ ماحول کے تحفظ، از سر نو بحالی اور بہتری پر مشتمل ہے تاکہ آلودگی پر قابو پا کر پائیدار ترقی کے لیئے راہ ہموار کی جائے۔ یہ ایکٹ جن شعبوں کا احاطہ کرتا ہے ان میں ہوا، پانی، مٹی اور شور کی آلودگی کے خطرناک فاضل مادے اور گاڑیوں کے دھوئیں سے پیدا ہونے والی آلودگی بھی شامل ہے۔ PEPA-97 کو قومی اسمبلی اور سینٹ نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔(PEPA -97) کے تحت پاکستان انوائر نمنٹل پروٹیکشن کونسل PEPC اور پاکستان انوائر نمنٹل پروٹیکشن ایجنسی(PAK-EPA کا قیام عمل میں آیا۔ اس ایکٹ کا سیکشن 3 اور 5 بالترتیب ایکٹ کے احکمات کی معاونت و نگرانی اور نفاذ و انتظام کی تشریح کرتے ہیں۔(ڈاکٹر محمود احمد خواجہ، ماحولیاتی قوانین برائے تدارک صنعتی آلودگی: ماحول، معاشرہ اور پائیدار ترقی (مرتبہ: حمیرا اشفاق وغیرہ) ص ۱۳۸

Ahmad Khwaja, *Māḥūlyati Qwaneen brāy ṣanati ālūdgi, māḥūl M'āshra aur Paidar Tāraqī*, Murattabah:Ḥūmaira Ishfaq,138